اقبال اور پارلیمانی اجتہاد

(عالم اسلام کے تجربات کی روشنی میں)

پروفیسر نیاز عرفان

پارلیمانی اجتہاد کے بارے میں علامہ اقبال کے نظریات ہمیں ان کے سات خطبات "تشکیل جدید الہیات اسلامیہ" میں شامل چھٹے خطبے بعنوان "اسلام کی ساخت میں حرکت کا اصول" (The Principle of Movement in the Structure of Islam) میں ملتے ہیں۔ اس میں انہوں نے اجتہاد فی الاسلام پر تفصیلی بحث کی ہے۔ انہوں نے اجتہاد کو اسلامی قانون سازی میں حرکت اور جدت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

پارلیمانی اجتہاد پر گفتگو کرنے سے پیشتر، آیئے لفظ "اجتہاد" کا مفہوم متعین کر لیں۔ یوں تو اس کی کئی تعریفیں کی گئی ہیں۔ ان میں قابل ذکر وہ تعریف ہے جو پاکستان عائلی کمیشن نے کی تھی جو یہ ہے: "لفظ اجتہاد کے معنی کوشش کے ہیں اور اسلامی قانون کی اصطلاح میں اس کا مفہوم کسی قانونی مسئلے پر آزادانہ رائے قائم کرنے کا ہے" جبکہ علامہ اقبال نے اپنے مذکورہ بالا خطبے میں اس کی تعریف یوں کی تھی: "لغوی اعتبار سے تو اجتہاد کے معنی ہیں کوشش کرنا' لیکن فقہ اسلامی کی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے وہ کوشش جو کسی قانونی مسئلے میں آزادانہ رائے قائم کرنے کے لیے کی جائے۔" میرے نزدیک اجتہاد کی یہ اور بعض دیگر تعریفیں جو میری نظر سے گزری ہیں' عمومی نوعیت کی ہیں۔ میں اجتہاد کی تعریف ان الفاظ میں کرنا زیادہ موزوں سمجھتا ہوں: "لفظ اجتہاد کے لغوی معنی تو کوشش کرنا ہیں' مگر اصطلاحی معنی ہیں اسلامی معاشرے میں کسی نئی صورت حال یا کسی نئے مسئلے کے پیش آنے پر عمیق غور و فکر کے بعد قرآن و سنت اور صحابہ کرامؓ اور فقہائے عظام کی آراء کی روشنی میں' اور اسلام کی روح کے مطابق آزادانہ رائے قائم کرنا یا قانون سازی کرنا۔" اجتہاد حضور نبی کریمؐ کے ایما پر ہی شروع ہوا تھا اور اس کی نوعیت' ماخذ اور اس کے طریق کار کا تعین بھی خود حضور رسول مقبولؐ نے اس وقت فرما دیا تھا جب آپ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا قاضی مقرر فرمایا تھا اور پوچھا تھا کہ معاملات کا فیصلہ کیسے کرو گے۔ انہوں نے جواب دیا تھا کہ "کتاب اللہ کے مطابق!" حضورؐ نے پوچھا "لیکن اگر کتاب اللہ نے ان میں تمہاری رہنمائی نہ کی تو پھر؟" حضرت معاذؓ نے جواب دیا کہ "پھر اللہ کے رسول کی سنت کے مطابق!" حضورؐ نے پھر استفسار فرمایا "لیکن اگر سنت رسول بھی ناکافی ٹھہری ہو تو؟" اس پر حضرت معاذؓ نے جواب دیا "تو پھر خود ہی کوئی رائے قائم کرنے کی کوشش کروں گا۔" اس جواب پر حضور نبی کریمؐ نے خوشنودی اور تشکر کا اظہار کیا تھا۔ (روایت عبدالبر)

خلفائے راشدینؓ نے بھی اسی طریق کار پر عمل کیا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت موسیٰ اشعریؓ کے نام اپنے خط میں اس مسئلے پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا تھا "جو مسائل ایسے پیش آئیں جن کا حکم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے معلوم نہ ہو' ان پر بڑے تحمل و تدبر' بڑی زیرکی و ذکاوت سے کام لینا اور ان کے اشباہ و شواہد کو سامنے رکھنا۔ پھر جب کسی نتیجے پر پہنچ جاؤ تو فیصلہ کرتے وقت وہی فیصلہ کرنے کی سعی کرنا جو خدا کو پسند اور حق سے قریب تر ہو۔" آپ نے قاضی شریح کے نام بھی جو ہدایت نامہ ارسال کیا تھا' اس میں لکھا تھا "جب تمہارے سامنے کوئی مسئلہ پیش آئے جس میں رائے دینا ضروری ہو تو سب سے پہلے کتاب اللہ میں اس کا حکم تلاش کر کے اس کے مطابق فیصلہ کرو۔ کتاب اللہ میں نہ ملے تو سنت نبوی سے رجوع کرو۔ اگر سنت نبوی بھی خاموش ہو تو جو فیصلہ اس قسم کے معاملے میں صلحاء اور ائمہ ء عدل نے کیا ہو' اس کو سامنے رکھو۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو پھر غور و فکر کر کے اجتہاد کرو!"

علامہ اقبال کے نزدیک تاریخ اسلام میں اجتہاد سے کم ہی فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ وہ اس کی ضرورت پر زور دیتے ہیں' اور شاید نیک نیتی سے کیے جانے والے اجتہاد ہی کے بارے میں فرماتے ہیں:

تراش از تیشہ ء خود جادۂ خویش
براہ دیگراں رفتن عذاب است
گر از دست تو کار نادر آید
گناہے ہم اگر باشد ثواب است

علامہ اقبال نے اجتہاد کے چار ماخذ بیان کیے ہیں: یعنی قرآن' سنت رسولؐ' اجتہاد اور قیاس۔ میری ناچیز رائے میں اجتہاد کے اصل ماخذ تو دو ہی ہیں: یعنی قرآن اور سنت' جبکہ اجماع اور قیاس اجتہاد کے طریق کار ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ قیاس انفرادی اجتہاد ہے' اور اجماع اجتماعی اجتہاد۔

علامہ اقبال کے نزدیک اجتہاد کے تین درجے ہیں: یعنی اول' قانون سازی یا تشریع میں کامل آزادی' جس سے چاروں فقہوں کے بانیوں نے فائدہ اٹھایا۔ دوم' محدود آزادی جو کسی فقہ کی حدود کے اندر ہی استعمال کی جاتی رہی ہے۔ اور سوم' ایسی آزادی جس کا تعلق کسی ایسے مسئلے میں جسے فقہوں کے بانیوں نے جوں کا توں چھوڑ دیا ہو' قانون کے اطلاق سے ہو۔ علامہ اقبال نے صرف پہلے درجے کے اجتہاد پر بحث کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ نظری طور پر اجتہاد کی اجازت ہونے کے باوجود چار فقہی مسالک قائم ہونے کے بعد اجتہاد کو ترک کر دیا گیا اور اس کے لیے کڑی شرائط رکھ دی گئیں جن کا پورا ہونا محال تھا۔ ان کے نزدیک اس جمود کی وجوہات میں معتزلہ کے چھیڑے ہوئے نزاعات' رہبانی تصوف اور تیرھویں صدی میں بغداد کی تباہی شامل ہیں۔ اس جمود کو امام ابن تیمیہ نے توڑا۔ ان کے نقش قدم پر چل کر سولھویں صدی میں سیوطی نے بھی آزادی اجتہاد کا دعویٰ کیا۔ بعد میں امام ابن تیمیہؒ کے نظریے سے متاثر ہو کر کئی تحریکیں اٹھیں جو کسی نہ کسی شکل

میں اب بھی چل رہی ہیں۔

اجتہاد کے بارے میں علامہ اقبال کا نظریہ بھی یہی ہے کہ ہمیں اپنے آپ کو ماضی میں کی گئی اجتہادی کاوشوں کے نتیجے میں قائم کیے گئے فقہی مسالک تک محدود نہیں کر لینا چاہیے بلکہ نئے دور کے مسائل کے حل کی خاطر اجتہاد کے لیے نئے ادارے بنانے چاہئیں۔ وہ انفرادی اجتہاد کی نسبت اجتماعی اجتہاد کو ترجیح دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ وہ اجماع کو "اسلام کے قانونی تصورات میں سب سے زیادہ اہم" قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں اجتہاد کو اسلامی ممالک میں ایک مستقل ادارے کی شکل اختیار کر لینی چاہیے تھی، لیکن بوجوہ ایسا نہ ہو سکا۔ اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

> "_____ مسلمانوں کے ذہن میں بھی اجماع کی قدر و قیمت اور اس کے مخفی امکانات کا شعور پیدا ہو رہا ہے۔ بلاد اسلامیہ میں جمہوری روح کا نشوونما اور قانون ساز اسمبلیوں کا بتدریج قیام ایک بڑا ترقی زا اقدام ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ مذاہب اربعہ کے نمائندے جو سردست فرداً" فرداً" اجتہاد کا حق رکھتے ہیں، اپنا یہ حق قانون ساز اسمبلیوں یعنی پارلیمانوں کو منتقل کر دیں گے۔ یوں بھی مسلمان چونکہ متعدد فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، اس لیے ممکن بھی ہے، تو اجماع کی یہی شکل۔ مزید براں غیر علماء بھی جو ان امور پر بہت گہری نظر رکھتے ہیں، اس میں حصہ لے سکیں گے۔"

اس اقتباس سے یہ بخوبی ثابت ہو جاتا ہے کہ علامہ اقبال انفرادی اجتہاد کی نسبت پارلیمان یا قانون ساز اسمبلی کے ذریعے اجتہاد کے قائل تھے۔ لیکن اس عمومی نتیجے سے یہ سمجھ لینا صحیح نہ ہو گا کہ پارلیمان کی جس شکل سے ہم پاکستان اور اکثر مسلم ممالک میں متعارف ہیں، علامہ اقبال اسے ہی اجتہاد کا حق دینے کے قائل تھے۔ پارلیمانی اجتہاد کے بارے میں علامہ اقبال کا صحیح صحیح منشاء معلوم کرنے کے لیے ہمیں پورے کے پورے چھٹے خطبے بلکہ ساتوں خطبات اور ان کے منظوم افکار کو بھی نظر میں رکھنا ہو گا۔ اس سلسلے میں درج ذیل نکات قابل غور ہیں:

1- قانون ساز اسمبلی کے ذریعے اجتہاد کے ضمن میں آپ نے یہ بھی لکھا "ہندوستان میں البتہ یہ امر کچھ ایسا آسان نہیں کیونکہ ایک غیر مسلم اسمبلی کو اجتہاد کا حق دینا شاید کسی طرح ممکن نہ ہو۔" اب چونکہ بیشتر مسلم ممالک کی پارلیمانوں میں غیر مسلم ارکان بھی شامل ہوتے ہیں، اس لیے علامہ نے ہندوستان کی اسمبلی کے بارے میں جس مشکل کا اظہار کیا ہے، وہ سب جگہ پیش آئے گی۔

2- علامہ اقبال جمہوریت کے تو قائل تھے، لیکن وہ مغربی جمہوریت کے سخت ناقد تھے۔ مثلاً ان کے یہ شعر دیکھیے۔

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے

○

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری

○

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

3- عام انتخابات کے ذریعے چنے جانے والے بیشتر مسلم نمائندے بھی نہ صرف دین سے نابلد ہوتے ہیں بلکہ ہمارے ملک میں ان کی اکثریت ان پڑھ' نیم خواندہ اور جاہل ہوتی ہے۔ وہ جو اجتہاد کریں گے' ہم اس کی صحت کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ علامہ فرماتے ہیں " موجودہ زمانے میں تو جہاں کہیں مسلمانوں کی کوئی قانون ساز اسمبلی قائم ہو گی' اس کے ارکان وہی لوگ ہوں گے جو فقہ اسلامی کی نزاکتوں سے ناواقف ہوں گے ____ اس قسم کی اسمبلیاں شریعت کی تعبیر میں بڑی شدید غلطیاں کر سکتی ہیں۔"

علامہ اقبال اس قسم کے اجتہاد سے تقلید کو بہتر قرار دیتے ہیں۔

ز اجتہاد عالمان کم نظر
اقتدا بر رفتگان محفوظ تر

اور

گرمی گفتار اعضائے مجالس الاماں
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری

علامہ اقبال نے اس مشکل کے ایک حل کی طرف اشارہ کیا ہے جو 1906ء کے ایرانی آئین میں پیش کیا گیا تھا' اور انقلاب ایران کے بعد بھی غالباً" یہی صورت ہے' وہ یہ ہے کہ پارلیمان سے علیحدہ اور شاید بالاتر شیعہ فقہا کی ایک مجلس قائم کی گئی جو قانون سازی کے لیے پارلیمان کی رہنمائی کرتی ہے۔ علامہ اقبال نے اسے خطرناک چیز قرار دیا ہے کہ علماء بحیثیت نائبین امام غائب قوم کی ساری زندگی کی نگرانی کریں۔ علامہ لکھتے ہیں:

"گو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ سلسلہ ء امامت کی عدم موجودگی میں وہ اپنا یہ دعویٰ کس طرح ثابت کر سکتے ہیں۔ بہرحال' ایرانی نظریۂ آئین کچھ بھی ہو' یہ انتظام بڑا خطرناک ہے۔"

علامہ اقبال نے اسلامی ممالک میں فقہ کی تعلیم کی اصلاح کی بھی سفارش کی ہے۔

پاکستان میں دینی امور میں قانون سازی کے سلسلے میں پارلیمان کی مدد کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل قائم کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں ادارہ تحقیقات اسلامی اور وفاقی شرعی عدالت کو بھی اس سلسلے میں کچھ کام تفویض کیا گیا ہے' لیکن ان کے کام سے استفادہ کرنے کا انحصار حکومت وقت کے مزاج پر ہوتا ہے۔ اب تک بیشتر ان کے کام کو نظرانداز کیا جاتا رہا ہے (بلکہ ایک پارٹی کی تو خواہش

رہی ہے کہ کسی طرح ان سے چھٹکارا پایا جائے)۔

4- ایک ہی مسئلے پر مختلف مسلم ممالک کی پارلیمانیں مختلف اجتہاد کر سکتی ہیں۔ اس طرح اجتہاد' عالم اسلام میں اتحاد کے بجائے انتشار کا سبب بن سکتا ہے۔

5- چونکہ اجتہاد بذریعہ پارلیمان اجماع ہی کی ایک شکل ہے' اور اجماع کو اجتماعی قیاس قرار دیا جا سکتا ہے' اس لیے پارلیمانی اجتہاد پر بھی وہ شرائط لاگو ہونی چاہئیں جو قیاس کی صورت میں اجتہاد کرنے والوں پر عائد کی گئی ہیں۔

اس تمام بحث کے بعد ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ جدید دور میں علامہ اقبال کا منشاء اور مطمع نظر ایک ایسا بین الاقوامی ادارہ قائم کرنا تھا جو ایسے جید علماء پر مشتمل ہو جو نہ صرف دینی امور میں مہارت رکھتے ہوں بلکہ دنیوی علوم سے بھی لیس ہوں۔ یہ علماء ہر مسلک اور مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں' لیکن فرقہ پرستی میں ملوث نہ ہوں' اور وہ بریلوی' دیوبندی' اہل حدیث اور شیعہ بن کر نہ سوچیں بلکہ مسلم بن کر سوچیں کیونکہ حضور نبی کریمؐ اسلام لے کر آئے تھے' کوئی فرقہ لے کر نہیں آئے تھے۔ اس ادارے کا نام "بین الاقوامی مجلس دینی تحقیق و اجتہاد" رکھا جا سکتا ہے۔ یہ بین الاقوامی مجلس دینی تحقیق و اجتہاد' اسلامی کانفرنس کی تنظیم (OIC) کے ذیلی ادارے کے طور پر بھی قائم کی جا سکتی ہے۔ اس کے پیش نظر فرقوں اور مسلکوں کے تعصب کی بیخ کنی کر کے اسلامی اتحاد قائم کرنا ہو۔

میں اس سلسلے میں تجویز کروں گا کہ اس بین الاقوامی مجلس دینی تحقیق و اجتہاد کا پہلا موضوع تحقیق و اجتہاد یہ معلوم کرنا ہو کہ جس روز حضور نبی اکرمؐ پر آیت:

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا

نازل ہوئی تھی' اس روز دین اسلام کی شکل کیا تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ!) غلط بیانی نہیں کر سکتا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے خود کہا ہے کہ "آج میں نے دین مکمل کر دیا ہے" اس لیے اس میں کوئی شک و شبہہ نہیں ہونا چاہیے کہ جس روز یہ آیت نازل ہوئی' اس روز دین اپنی پوری تفصیلات کے ساتھ مکمل ہو گیا تھا۔ اس دن کے بعد سے اس میں کوئی کمی کی جا سکتی ہے نہ بیشی۔ اگر اس میں کوئی کمی بیشی ہو گی تو وہ دین اسلام نہیں ہو گا۔ لہٰذا یہ بات نہایت ضروری ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ اس آیت کے نزول کے موقع پر دین کی شکل کیا تھی' یعنی حضورؐ کی حیات مبارکہ میں کلمہ' اذان' زکوٰۃ' نماز' حج' نکاح' طلاق' معیشت' معاشرت وغیرہ کی کیا شکل تھی۔ اتفاق رائے یا کثرت رائے سے اور اتحاد کے جذبے سے دین کی وہ شکل معلوم کر کے یا اجتہاد کر کے تمام اسلامی ممالک اور معاشرے دین کی اسی شکل کو اختیار کریں' تبھی ہم متحد ہو کر دنیا کے سامنے (ایک) دین اسلام کو پیش کر سکتے ہیں اور دین کو غالب کر سکتے ہیں' اور اس طرح رسول پاکؐ کی بعثت کا مقصد عظیم بھی پورا ہو جائے گا جو قرآن کے الفاظ میں یوں بیان کیا گیا ہے:

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

(وما علینا الا البلاغ)

بزمِ اقبال لاہور کے خصوصی منصوبے

قائداعظم محمد علی جناح
کی تقاریر و بیانات و پیغامات
(انگریزی و اردو)

انگریزی، چار جلدوں میں، ۱۹۳۴ء سے ۱۹۴۸ء تک کل صفحات تین ہزار سے زائد۔ خوبصورت مجلد، دبیز سفید اعلیٰ کاغذ (چاروں جلدیں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں)
مرتّب: خورشید احمد خان یوسفی مرحوم   قیمت فی جلد /۳۵۰ روپے

******

"قائداعظم: تقاریر و بیانات" (اردو ترجمہ) معروف صحافی جناب اقبال احمد صدیقی نے قائداعظم محمد علی جناح کی انگریزی تقاریر و بیانات کا سلیس اردو میں ترجمہ کیا اور یہ ترجمہ بھی (۱۹۱۱ء سے ۱۹۴۸ء تک) چار جلدوں میں شائع ہو رہا ہے۔ پہلی جلد طبع ہو چکی ہے (۱۹۱۱ء-۱۹۳۱ء)۔ باقی تین جلدیں (۱۹۳۴ء-۱۹۴۸ء) طباعت کے مرحلے میں ہیں۔ قیمت جلد اول /۲۰۰ روپے دوسری، تیسری اور چوتھی جلد کی متوقع قیمت /۲۵۰ فی جلد۔

(کل جلدوں کی پیشگی بکنگ پر خصوصی رعایت)

تفصیلات کے لیے:

بزمِ اقبال، ۲ کلب روڈ، لاہور

فون ۶۳۶۳۰۵۶